اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کا تقابلی جائزہ

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اسلام، مذہب کے معاملات میں نہایت حساس رویہ رکھتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی تعلیمات کی روشنی میں تشکیل پانے والی ریاست بھی مذہبی امور کو خاص اسی نظر سے دیکھتی ہے، جو اسلام کا تقاضا اور ایک مسلمان کا منشور ہے۔ اسلام نے مذاہب کی فکری دنیا میں سب سے بڑا انقلاب یہ برپا کیا ہے کہ اس نے تمام آسمانی مذاہب کو ایک ہی درخت کے پودے قرار دیا ہے، وہ کسی ایک نبی یا کسی ایک آسمانی کتاب کے ماننے کا دعویدار نہیں ہے، بلکہ وہ سب کو مانتا ہے اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا داعی ہے۔ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ یہ اقرار نہ کرلے کہ خدا کے بھیجے ہوئے تمام رسول سچے، تمام انبیائے کرام برحق اور تمام آسمانی کتب اور صحیفے ہمارے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں۔ سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن باللّٰہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ﴾ (البقرہ:۲۸۵) ''جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا ہے اس کے رب کی طرف سے، اس پر رسول اور مومن یقین رکھتے ہیں، پھر ایک اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا۔''

اور آگے فرمایا: ﴿لانفرق بین احد من رسلہ﴾ (البقرہ) ''ہم ان میں سے کسی ایک رسول میں بھی فرق نہیں کرتے۔''

یعنی ان کے لیے تمام انبیائے کرام برابر ہیں، سب پر ایمان لانا ضروری ہے اور کسی ایک کا انکار بھی اسے دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے لیے کافی ہے۔

اسلام تمام مذاہب کے حاملین کو ایک نقطۂ اتحاد کی طرف دعوت دیتا ہے، ایک ہی پیغام کی جانب متوجہ کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ ان سب مذاہب کی اصل کیا تھی؟ اس کے بقول ہر پیغمبر نے ایک ہی صدا بلند کی ایک ہی پیغام عام کیا، وہ تھا، توحید کا پیغام، ارشاد ہے: ﴿ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدواللّٰہ واجتنبو الطاغوت﴾ (النحل:۵)

''اور بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں ایک رسول مبعوث کیا (یہ دعوت دے کر) کہ اللہ کی عبادت کرو، جھوٹے

معبودوں سے بچو۔''

اسی وجہ سے اسلام نے مذاہب عالم کو ایک نکتے ''توحید'' پر اکٹھے ہونے کی کھلی پیشکش کی جو ہر مذہب کی اساس وبنیاد ہے۔فرمایا:﴿قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم أن لا نعبد الاالله ولا نشرك به ولا یتخذ بعضنا اربابا من دون الله﴾ (آل عمران:٦٤)''(اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! آئیں ایک ایسی بات پر متفق ہو جائیں، جو ہمارے اور تمہارے درمیان قدرِ مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے سوائے اللہ کے۔''

اسلام کی یہ ''دعوت اتحاد'' آج بھی اپنی پوری معنویت کے ساتھ اپنی جگہ پر موجود ہے۔اسلام کی اسی وسعتِ نظر نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری کا معاملہ کرے اور انہیں اسی کائنات کا حصہ تصور کرتے ہوئے انسانی سطح پر ان سے وہی سلوک روا رکھے، جو وہ اپنے ماننے والوں کے لیے پسند کرتا ہے،اس کا عملی ثبوت اسلام کی ان تعلیمات اور تاریخِ اسلام میں مسلم حکمرانوں کے ان عملی اقدامات میں ملتا ہے، جن کا تعلق مسلم اقلیتوں میں موجود غیر مسلم شہریوں کے حقوق سے ہے، جس کے بہت سے مظاہرے اس مقالے میں آئندہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔اسلام غیر مسلم شہریوں کو اپنی خالص نظریاتی ریاست میں بھی اسی درجے کا شہری تصور کرتا ہے جس درجے کے وہاں رہنے والے مسلمان شہری ہیں، جس کا ثبوت غیر مسلموں کو دیے جانے والے حقوق ہیں اور شہریت کے معاملات میں ان کے مابین کوئی تفریق نہیں کرتا۔آگے چل کر ہم غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں حاصل حقوق کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں، البتہ ابتداً ایک وضاحت ضروری ہے۔تاریخ میں بعض مقامات پر شاید یہ بات ملے کہ کسی موقع پر کسی مسلم حکمران نے کسی غیر مسلم کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا رکھا، یہ استثنائی صورت حال قطعاً اسلام کے مجموعی رویے کے خلاف حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، ایسے واقعات تو ہر مذہب کے ماننے والوں کے بارے میں نہ صرف مل سکتے ہیں، بلکہ سہولت کے ساتھ دستیاب ہیں۔انسانی تاریخ ایسے واقعات سے پُر ہے، اصل چیز کسی بھی مذہب کا مجموعی رویہ اور اس کی بنیادی تعلیمات ہی ہیں، جس کی بنیاد پر ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ہاں کس بھی معاملے میں کیا اصول وقوانین موجود ہیں۔

اسلام نے اپنے ہاں، یعنی اپنی تعلیمات کی روشنی میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو جو حقوق دیے ہیں، وہ بڑی جامعیت کے حامل ہیں۔ذیل میں ان کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

جان کی حفاظت......کسی بھی انسان کے لیے سب سے پہلی چیز اس کی جان کی حفاظت ہے۔اسی جان کے لیے انسان ہر چیز داؤ پر لگا سکتا ہے۔اسلام کی نظر میں جان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔قرآن تو یہاں تک کہتا ہے:﴿کتبنا

علی بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساداً فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا﴾ (المائدہ:۳۲) ''ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ جو کسی کو مار ڈالے، بغیر کسی جان کے بدلے کے، یا زمین پر فساد پھیلانے کے بغیر تو، گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی کو بچالیا تو، گویا اس نے سب کو بچالیا۔''

انسانی جان کی اسی عظمت اور حرمت کے پیش نظر اسلام میں غیر مسلم شہری کی جان کو وہی احترام اور عزت حاصل ہے، جو کسی مسلمان کی جان کو حاصل ہے، دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ''جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری، جو اسلامی ریاست کا باشندہ ہو) کو قتل کر دیا، وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔'' (بخاری / الصحیح / مصر، حنا مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۲۵ھ، جلد ٤، صفحہ ۱۳۷)

یہ تو قتل کا معاملہ تھا، اب اگر کوئی غیر مسلم قتل ہو جائے اور اس کے ورثا اس کا بدلہ لینے کی بجائے ''خون بہا'' لینے پر بخوشی آمادہ ہوں، جسے اسلام کی اصطلاح میں ''دیت'' کہتے ہیں، تو پھر اس کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمی کو وہی دیت ادا کی جو مسلمان کی دیت ہوتی ہے۔'' (شوکانی / نیل الاوطار / مصر، مکتبہ الدعوۃ الاسلامیہ، جلد ۷، صفحہ: ۵۵) اور مسلمانوں کا اس اصول پر عمل بھی رہا، اسلامی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ کے عہد میں قبیلہ بکر بن وائل کے مسلمان نے حیرہ کے ایک غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے، چاہے وہ قتل کر دیں، چاہے وہ معاف کر دیں۔ چنانچہ اسے ورثا کے حوالے کر دیا، جنہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (بیہقی / السنن الکبریٰ، مصر، جلد ۸، صفحہ ۱۳۲)

مال کی حفاظت...... جان کے بعد دوسرا درجہ مال کا ہے، جو انسان کی دنیاوی ضرورتوں کی کفالت کرتا ہے۔ غیر مسلم، اسلامی ریاست میں اس حوالے سے بھی برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ جنگ خیبر کے موقع پر جب یہود سے معاہدہ ہو چکا، تو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مسلمان ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، حالانکہ یہ چیزیں محفوظ مقام پر رکھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہدایت فرمائی۔ فرمایا: الا یحل اموال المعاهدین الا بحقها (ابوداؤد، کتاب الاطعمه) آگاہ ہو جاؤ کہ معاہدین (غیر مسلم) کے اموال قطعاً حلال نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ اس لینے کا حق (ریاست کی طرف سے) ہو۔''

اور حضرت علیؓ نے فرمایا: ''انما قبلوا عقدة الذمة لتکون اموالهم کاموالنا ودمائهم کدمائنا''. (البرهان شرح مواهب الرحمن جلد۲، صفحه ۲۰۲) ''انہوں نے ہم سے معاہدہ اسی لیے تو کیا ہے، تا کہ ان کے اموال، ہمارے اموال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں۔''

عزت کی حفاظت......جس طرح اسلامی ریاست کسی مسلمان کی عزت کی ضامن ہے، اسی طرح غیر مسلم شہری کی عزت کی حفاظت بھی اس کا فرض ہے۔ فقہائے حنفیہ نے وضاحت سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ:......ویجب کف الازیٰ عنه وتحرم غیبته کالمسلم (نیل الاوطار، جلد ۷، صفحہ ۸) اور غیر مسلم شہری کو تکلیف ونقصان پہنچانے سے باز رہنا ضروری ہے اور اس کی غیبت کرنا، اسی طرح حرام ہے، جیسے کسی مسلمان کی غیبت کرنا۔

مذہبی آزادی......اسلام مذہب کے اختیار کرنے کے معاملے کو شخصی مسئلہ قرار دیتا ہے، وہ اس معاملے میں کسی جبر کا قائل نہیں۔ اخروی اعتبار سے کامیابی صرف اس کا مقدر ہوگی، جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پوری طرح بجالائے، مگر دنیا میں اسلام نے اپنی دعوت پوری طرح کھول کر سب کے سامنے پیش کر دی ہے۔ اب ہر ایک کو اختیار ہے، قرآن کہتا ہے:......لاا کراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی (البقرہ:۳۴)''دین میں کوئی جبر نہیں، راہ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔''

اس بنا پر اسلام غیر مسلم رعایا کو پوری مذہبی آزادی دیتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نجران کی عیسائی آبادی سے معاہدہ فرمایا، تو اس میں یہ شقیں بھی شامل تھیں۔

(الف) ان کی جان محفوظ رہے گی۔ (ب) ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان ہی کے قبضے میں رہیں گے۔ (ج) ان کے مذہبی عہدے بغیر کسی تبدیلی کے برقرار رہیں گے۔ (د) صلیبوں اور مورتیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ (ملاحظہ کیجیے: ڈاکٹر حمید اللہ، الوثائق السیاسیة، قاہرہ، ۱۹۴۱ء، صفحہ ۷۸،۸۱)۔

اسی طرح عہد فاروقی میں جب بیت المقدس فتح ہوا، تو حضرت عمرؓ نے وہاں کے رہنے والوں سے معاہدہ لیا، تو اس کے ابتدائی الفاظ یہ تھے......''یہ وہ امان ہے، جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے باشندوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، عبادت گاہوں، صلیب، بیمار وتندرست اور تمام اہل مذہب کے لیے ہے۔ ان کی عبادت گاہوں میں نہ تو سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں سے کوئی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے معاملے پر ان پر جبر کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔'' (طبری، التاریخ، جلد ۵، صفحہ ۲۴۰۵)۔

معاشی حقوق......اسلام غیر مسلموں کو مکمل معاشی آزادی بھی دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام انہیں اس بات کی مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ صنعت وحرفت، تجارت وزراعت اور دوسرے تمام شعبوں اور میدانوں میں اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیاں مکمل آزادی اور اپنی پسند ودلچسپی کے ساتھ جاری رکھیں۔ ان پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی، جو ریاست کے مسلم شہریوں پر نہ ہو، یا غیر مسلموں کے حوالے سے امتیازی سمجھی جائیں، حتیٰ کہ وہ چیزیں جو ان کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں، مگر مسلم معاشرے میں ان کا داخلہ منع ہے، غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل آزادی حاصل ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں کو

اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے حتیٰ کہ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کی ملکیت میں موجود خنزیر یا شراب کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ ضائع ہو جاتی ہے تو مسلمان اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ فقہا کی وضاحت ملاحظہ ہو:...... ''ویضمن المسلم قیمة خمره وخنزیره اذا اتلفه''. (درمختار، جلد۳، صفحہ۲۷۳)۔

ریاستی امور میں غیر مسلموں کا حصہ......اس کے باوجود اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے اس کے امور خاص اسلامی نقطہ نظر سے چلانا ضروری ہوتا ہے، مگر اسلام اس قدر گنجائش ضرور پیش کرتا ہے کہ بعض امور میں غیر مسلموں کو ریاستی امور کا ذمے دار بنایا جاسکے۔ چنانچہ ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جب ریاستی معاملات میں مسلمان حکمرانوں نے غیر مسلموں کو براہ راست شریک کیا، حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں جو نئے علاقے اسلامی ریاست کا حصہ بنے، وہاں کے انتظامی امور جن غیر مسلموں کے سپرد تھے بعد میں بھی کم وبیش وہی رہے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے عہد میں ''حمص'' میں زکوٰۃ اور دیگر واجبات کی وصولی کے لیے ایک عیسائی شخص کو ذمے دار مقرر کیا تھا۔ (تاریخ یعقوبی، جلد۲، صفحہ۲۶۵)۔

دفاعی امور میں غیر مسلموں کی شرکت......دفاعی امور میں بھی غیر مسلم براہ راست شریک ہوسکتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاصؒ لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں سے جنگ کے موقع پر مدد لی جاسکتی ہے۔ (احکام القرآن، مصر، ۱۳۴۷ھ، جلد۲، صفحہ۵۴۴)، اسی طرح جنگ کی صورت میں جو مال ''غنیمت کی شکل میں حاصل ہوگا، اس میں بھی غیر مسلموں کا حصہ ہوگا اور ان کی شرکت جس نوعیت کی ہوگی اس کے بہ قدر ان کو حصہ دیا جائے گا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہدایہ، جلد۴، صفحہ۳۲۷، درمختار، جلد۳، صفحہ۲۵)

یہ تمام واقعات اور تفصیلات، یہ بیان کرنے کے لیے کافی ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں کس قدر وسعت ہے۔ ان کا مذہب غیر مسلموں کے ساتھ روابط کے سلسلے میں کس قدر لچک اور رواداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنی فکری و نظریاتی ریاست میں وہ انہیں آگے بڑھنے کے لیے کس قدر حقوق سے نوازتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ دوسری نظریاتی ریاستوں میں مسلمانوں کو بھی حاصل نہیں ہیں۔ اس حوالے سے ایک تقابلی جائزہ اب ہم پاکستان کے حالات اور یہاں کی غیر مسلم ملیتوں کو حاصل حقوق کے حوالے سے پیش کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ ایک نظریاتی ریاست کے طور پر پاکستان میں ان اسلامی احکامات پر عملدر آمد کی کیا صورت حال ہے اور یہاں پر اقلیتوں اور غیر مسلموں کو کیا سہولتیں حاصل ہیں؟

پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق، ایک تقابلی جائزہ...... پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے، جس کا قیام دوقومی نظریے کی بنیاد پر آیا، دوقومی نظریے سے مراد یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم علیحدہ قومیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا، البتہ اس سے بعض ذہنوں میں اس نوعیت کے شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ شاید اس سے مراد دوسری اقوام کے حقوق کی نفی ہے، قطعاً نہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو جو حقوق اسلام نے عطا کیے

ہیں، اس کا ایک بہت بڑا مظہر خود پاکستان ہے، جہاں بعض معاملات میں غیر مسلموں کو خود مسلم شہریوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں، جیسا کہ آگے تذکرہ ہوگا۔ اس بنا پر پاکستان خود غیر مسلموں کے لیے بھی ایک آئیڈیل ریاست ہے۔ استثنائی واقعات سے کون محفوظ رہ سکتا ہے، اس لیے اس قسم کے واقعات کسی طور پر بھی دلیل نہیں بن سکتے، ذیل میں ہم ان نکات کا تذکرہ کرتے ہیں، جو غیر مسلموں کو پاکستان میں حاصل حقوق کے مظہر ہیں:

(۱) انتخابات کے ذریعے بلدیاتی، صوبائی اسمبلیوں، قومی اسمبلی اور سینٹ ہر مقام پر غیر مسلموں کو حقوق حاصل ہیں۔ وہ ووٹ بھی دے سکتے ہیں اور خود نمائندے کھڑے کرکے انہیں منتخب بھی کر سکتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ جنرل نشستوں پر بھی کھڑے ہو سکتے ہیں اور مخصوص نشستیں تو صرف ان ہی کے لیے خاص ہیں۔ یہ سہولت ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو حاصل نہیں، پھر مخصوص نشستیں بعض صورتوں میں ۳۳ فیصد تک موجود ہیں، حالانکہ آبادی میں تمام غیر مسلموں کا تناسب دس فیصد بھی نہیں بنتا۔ یہ سہولت پاکستان میں انہیں حاصل ہے۔ دوسرے ممالک میں مسلمانوں کو اس طرح حاصل نہیں۔ (۲) غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے، ان کی عبادت گاہیں موجود ہیں، ان کے اپنے اسکول ہیں، جہاں وہ اپنی مذہبی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ بعض ایسے ممالک ہیں، جو نظریاتی ممالک کا درجہ رکھتے ہیں، وہاں مسلمانوں کو یہ آزادی قطعاً حاصل نہیں۔ (۳) مذہبی اور تعلیمی آزادی کے ساتھ ساتھ اپنے شعائر اور رسومات کی کھلے عام بجا آوری کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے، حالانکہ مغرب کے بہت سے ممالک سے یہ اطلاعات مسلسل سامنے آرہی ہیں کہ وہاں مقیم مسلمان اس حوالے سے مشکلات کا شکار ہیں. حجاب تو درکنار انہیں اسکارف تک استعمال کرنے کی اجازت حاصل نہیں ہے۔ (۴) پاکستان میں غیر مسلموں کو پرسنل لا کی پریکٹس کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے۔ ان پر پبلک لاء ان کے مذہبی معاملات کے حوالے سے کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ یہ آزادی مسلمانوں کو اکثر ممالک میں حاصل نہیں، بالخصوص مغربی ممالک میں۔ (۵) پاکستان کے تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تعلیم لازمی نہیں ہے۔ بہت سے ممالک میں خصوصاً نظریاتی مذہبی ریاستوں میں مذہبی تعلیم لازمی ہے، جس سے مسلمانوں سمیت کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ (۶) پاکستان میں غیر مسلموں کے خلاف کام کرنے والی اور اسے اعلانیہ اپنا منشور قرار دینے والی کوئی تنظیم موجود نہیں ہے، جب کہ بہت سے دوسرے ممالک میں ایسی تنظیمیں نہ صرف موجود ہیں بلکہ اعلانیہ فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔

یہ چند نکات پاکستان میں غیر مسلموں کو حاصل حقوق اور اسلامی ریاست میں ان کے حکام کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ بات وہی قابل اعتماد ہوتی ہے، جس کی حقائق بھی تائید کریں۔ پروپیگنڈے کی بنیاد پر ہونے والا تاثر دائمی حقیقت کبھی نہیں بن سکتا۔

☆☆......☆☆